22100325

International Baccalaureate®
Baccalauréat International
Bachillerato Internacional

URDU A1 – HIGHER LEVEL – PAPER 1
OURDOU A1 – NIVEAU SUPÉRIEUR – ÉPREUVE 1
URDU A1 – NIVEL SUPERIOR – PRUEBA 1

Thursday 13 May 2010 (afternoon)
Jeudi 13 mai 2010 (après-midi)
Jueves 13 de mayo de 2010 (tarde)

2 hours / 2 heures / 2 horas

INSTRUCTIONS TO CANDIDATES

- Do not open this examination paper until instructed to do so.
- Write a commentary on one passage only.

INSTRUCTIONS DESTINÉES AUX CANDIDATS

- N’ouvrez pas cette épreuve avant d’y être autorisé(e).
- Rédigez un commentaire sur un seul des passages.

INSTRUCCIONES PARA LOS ALUMNOS

- No abra esta prueba hasta que se lo autoricen.
- Escriba un comentario sobre un solo fragmento.

© International Baccalaureate Organization 2010

ذیل میں اردو کے معروف ادیب ونقاد شمس الرحمٰن فاروقی کے ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' سے چند اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ان اقتباسات کی تجزیاتی تشریح کیجئے۔

1۔

جب ٹامس مٹکاف دو افسروں اور بیس سپاہیوں کے ساتھ مجرم کو رسن گاہ تک لے جانے کیلئے پہنچا تو اس نے شمس الدین احمد کو ہر طرح مستعد و مہیا پایا۔ اکتوبر کی ہلکی سردی، صبح کا وقت، اور نواب کا وجیہ و بالا قد، کچھ زرد ایا ہوا سا چمکتا ہوا چہرہ، اس پر سفید لباس خوب سج رہا تھا۔ سبز پوت کی پگڑی، جس پر گہری سبز چھوٹی چھوٹی بوٹیاں گلاب کی کلیوں کے موافق کڑھی ہوئی تھیں۔ اسی کپڑے کی قبا، سبز ململ کا انگرکھا اور سبز مشروع کا پاجامہ، جوتیاں بھی شیرازی اور سبز کمبخت کی سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ شمس الدین احمد نے مٹکاف سے ہندی میں کہا: ''صاحب کلاں بہادر۔ مجھے اس معمولی سفید لباس میں مرنا منظور نہیں۔ کیا آپ مجھے سبز لباس پہننے دیں گے؟''

مٹکاف انھیں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ اس نے دل میں کہا کہ اس وقت اور اس موقعے پر سراسر سبز لباس پہننے کی کیا لم ہو سکتی ہے؟ اسے خبر مل گئی تھی کہ مجرم رات ہی سے سبز لباس پہننے کا تقاضا کر رہا ہے۔ اچانک اس کے خیال میں آیا کہ سبز رنگ مسلمانوں کا رنگ ہے۔ اور شاید اس میں کچھ مذہبی رمزیت بھی ہے۔ اب اسے خوف ہوا کہ نواب کو اس لباس میں پھانسی دیئے جانے پر دلی کے مسلمان کہیں برانگیختہ نہ ہو بیٹھیں، اور کچھ فساد یا فساد نہیں تو خلفشار نہ کھڑا ہو جائے۔

اس نے نواب سے فارسی میں کہا: ''شمس الدین احمد خان، بطور ایسے مجرم کے جسے سزائے موت دی جانی ہو، یہ لباس آپ کو زیب نہیں دیتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کسی اور رنگ کا لباس پہن لیتے تو ٹھیک تھا۔''

ایک مرتبہ شمس الدین احمد کے جی میں آئی کہ انکار کر دیجئے۔ موت تو آنی ہی ہے، یہ مسخرا ہمارا کیا کر لے گا۔ لیکن ایک لحظے کے تامل نے نواب کو ایک بہتر تجویز سجھا دی۔ ''ہم نے تو سنا تھا کہ مرنے والے کی آخری خواہش ضرور پوری کی جاتی ہے۔'' نواب نے مسکرا کر لیکن سرد لہجے میں کہا۔ ''لیکن اگر کمپنی بہادر کو میرے شجرِ حیات کو سرسبز نہ ہونے دینے پر نشا خاطری نہیں ہے اور اسے میرے حلۂ فقیری کی بھی سبزی گوارا نہیں تو یہ بھی نہ سہی۔ ہم سفید ملبوس کو کفن جان کر پہن لیں گے لیکن پگڑی سبز ہی رہنے دیں گے۔''

مٹکاف کچھ سمجھا کچھ نہ سمجھا، لیکن قرینے سے اتنا تو سمجھ ہی گیا کہ نواب نے سفید لباس پہننا منظور کر لیا ہے۔ نواب نے تمام سبز کپڑے اور جو کپڑے وہ پہنے ہوئے تھے ان میں سے پگڑی اور پٹکا وہیں خیرات میں دلوا دیئے اور پالکی میں بیٹھ کر اس شان سے کشمیری بارک سے کشمیری دروازے کو چلے کہ دونوں طرف مدراس پلٹن کے چار چار سوار تھے اور مٹکاف مع چار افسران انگریز کے گھوڑے پر ساتھ ساتھ تھا۔ ایک گورا افسر پالکی کے اندر بھی شمس الدین احمد کے ساتھ تھا۔ کشمیری دروازے تک کا راستہ چشم زدن میں طے ہو گیا لیکن ایک آدھ بار کہاروں کا پاؤں ڈگمگایا تو نواب نے مصنوعی برہمی سے ان کی سرزنش کی کہ اجی یہ کیا مستانی چال چل رہے ہو۔ ذرا شاہ گام چلو۔ نخل دار پر پہنچ کر مٹکاف نے ہندی میں بآواز بلند کہا: ''مجرم شمس الدین احمد، تم پر ولیم فریزر صاحب کلاں بہادر کے قتل کا جرم ثابت ہے۔ کیا تم اپنے جرم کا اقرار کرتے ہو؟''

”میں بے قصور ہوں۔“ شمس الدین احمد نے گردن اٹھا کر کہا۔ مٹکاف کے اشارے پر دو جلاد آ گے آئے۔ تختہ دار پر چڑھنے کے پہلے شمس الدین احمد خان نے کلمۂ توحید اور پھر کلمۂ شہادت پڑھا۔ دار پر پہلا قدم رکھتے وقت ایک ذرا رنجیدہ تبسم ان کے منھ پر آیا۔ پھر دو بارہ درود پڑھ کر دلاور الملک نواب شمس الدین احمد خان بہادر والی فیروز پور جھر وکہ لوہارو نے جلادوں سے کہا، ”چلئے صاحب، ہم تیار ہیں۔“ اوپر پہنچ کر ایک جلاد نے شمس الدین احمد کے گلے میں پھندا لگانا چاہا لیکن مجرم نے ہاتھ بڑھا کر پھندا خود ہی گلے میں ڈال لیا۔ پھر پھانسی کی ٹوپی، جو کسی نہ معلوم وجہ کی بنا پر سیاہ کے بجائے سرخ رنگ کی تھی، وہ ٹوپی بھی دوسرے جلاد سے لے کر شمس الدین احمد نے خود پہن لی۔ اس وقت ان کی عمر چھبیس سال اور کچھ مہینے تھی۔ بتاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۸۳۵ء بروز پنجشنبہ، بوقت آٹھ بجے دن، نواب شمس الدین احمد خان کو دار پر کھینچا گیا۔ پھانسی کا جھٹکا لگتے ہی اجل رسیدہ کی گردن ٹوٹ گئی، بدن ایک ثانیے کو بھی نہ پھڑکا۔ منھ خود بخود قبلہ رخ ہو گیا، اتنا تشنج بھی نہ ہوا کہ پاؤں سے جوتی نکل جاتی۔

موت اور وہ بھی پھانسی کی موت کے روبرو شمس الدین احمد خان کی تمکین اور تمکنت، بلکہ لاپروائی اور غیر جذباتی تحمل وضبط کو دیکھ کر بعض انگریز پھڑک اٹھے، اور ٹامس بیکن کے پاس کھڑے ہوئے ایک فرنگی افسر نے بے ساختہ کہا، ”واللہ ایسا لگتا ہے کہ گویا ہر صبح کو پھانسی پر چڑھنا اس بدمعاش کی تفریح رہی ہو!“ لاش ایک گھنٹے تک لٹکتی رہی اور اسی وقت فراز دار سے اتاری گئی جب فرنگی ڈاکٹر کو پورا یقین ہو گیا کہ اب طائر جان نے قفس خاکی کو خیرباد کہہ دیا ہے۔

(کتاب: کئی چاند تھے سرآسماں مصنف: شمس الرحمٰن فاروقی صفحہ 524-522 ناشر: شہرزاد۔ کراچی)

2۔

1. ہم تری بزم سے اے یار چلے جاتے ہیں
لے چلے جاتے ہیں ناچار چلے جاتے ہیں

2. اس کا کوچہ ہے کہ ہے عرصۂ محشر یارب
سینکڑوں طالب دیدار چلے جاتے ہیں

3. حضرت دل کی قضا آئی ہے اس کوچے میں
کہ یہ دوڑے ہوئے ہر بار چلے جاتے ہیں

4. مرضِ عشق سے بگڑا ہوں کچھ ایسا کہ مجھے
دور سے دیکھ کے غم خوار چلے جاتے ہیں

5. منتظر دیر سے ہیں جلوہ دکھا دے ظالم
ورنہ یہ طالب دیدار چلے جاتے ہیں

6. اس طرح جاتے ہیں اس بزم میں دل کے ہاتھوں
کہ بندھے جیسے گناہ گار چلے جاتے ہیں

7. گرچہ سو سو ہیں تغافل کہ نجانے کوئی
ان نگاہوں کے مگر وار چلے جاتے ہیں

8. ہم نہیں جانتے ہیں دیر و حرم کا رستہ
ہمے عشق میں سرشار چلے جاتے ہیں

9. بھول کر راہ چلے آئے ہیں للہ بخشو
ہم خطا وار گناہگار چلے جاتے ہیں

10. داغؔ اس ضعف نے کی اپنی تو منزل کھوٹی
ہم رہے جاتے ہیں سب یار چلے جاتے ہیں

مرزا داغؔ دہلوی۔ غزل178۔ ص210-209۔ کلیات داغ۔ ناشر: مکتبہ شعروادب لاہور